

سے علماء جمع تھے اثناء تذکرہ میں نے اس کتاب کا ذکر کیا۔ مولانا لدھیانوی نے فرمایا کہ یہ کتاب میرے پاس ہے۔ میں کہا وہ میری ہے۔ غرض میں نے ان سے کتاب وصول کی اور پروفیسر محمد سرور صاحب کو لاہور بھیج دی۔ انہوں نے شیخ غلام علی اینڈ سنز کو اس کی طباعت و اشاعت کے لئے آمادہ کر لیا۔ اس ادارہ نے کشمیری بازار لاہور اور بندر روڈ کراچی سے شائع کر دی۔ الحمد للہ علی ذالک۔

مولانا عبید اللہ صاحب نے رمضان المبارک میں مجھے عبقات دی کہ اس کا مطالعہ کر لیجئے۔ میں نے جستہ جستہ مقامات اس کتاب کے دیکھ لئے۔ چونکہ رمضان المبارک کے بعد ہی مدینہ منورہ کا سفر درپیش تھا، میں نے کتاب مولانا کو واپس کر دی۔ ہم نے اونٹوں سے مدینہ کا سفر کیا تھا۔ اس لئے احرام حج سے کچھ ہی دن پہلے مکہ مکرمہ پہنچے۔ اس کے بعد مولانا سندھی رحمہ اللہ صاحب سے بہت ہی کم ملاقات ہوتی تھی۔

ایک دو مرتبہ مولانا عبدالوہاب صاحب دہلوی کے دولت کدے پر مولانا کے ہمراہ رمضان المبارک میں جانا ہوا۔ جہاں سحری تک اہل علم کا اجتماع رہتا تھا۔ یہ مکان صفا سے لگا ہوا ہے، اس کی دیوار صفا کے ساتھ ہی لگی ہوئی ہے۔

مولانا نے ایک مرتبہ فرمایا: مولانا ابوالکلام صاحب کو میں نے ایک خط لکھا تھا، مگر انہوں نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔ میں نے روس کے زعماء اور قائدین کو ہندوستان پر حملہ کرنے کے لئے آمادہ کر لیا تھا۔ تین کروڑ روپیہ وہ ہندوستان کی کانگریس کو دیدیں اور وہ اندرون ہند سے انگریزوں کے خلاف تحریک چلائیں۔ اوپر سے روس حملہ کر دے وے اور انگریزوں کو ہندوستان سے نکال دیں گے۔ لیکن روس کو کچھ حصہ دینا ہوگا۔ میں یہاں کچھ خاموش ہو رہا، تو مولانا نے فرمایا: ملک کا کچھ حصہ دینا آپ کو گوارا نہیں ہے۔ کیا پورے ہندوستان پر کبھی کسی کا قبضہ رہا ہے، سوائے دو بادشاہوں کے ایک مہاراجہ ”اشوکا“ دوسرا عالمگیر اور نگزیب۔ ان دو کے سوا تمام کی حکومتیں ناقص تھیں، یا یہ کہ ہندوستان کے ٹکڑوں پر حکومت کرتے تھے۔ اب میرے پاس روس میں کوئی آدمی نہیں ہے جو اس کام کو سرانجام دے۔ اگر مولانا چاہیں تو جاپان سے معاملہ کرادوں، وہاں میرے آدمی کام کر رہے ہیں۔ میں نے کہا کہ مولانا ابوالکلام صاحب کو آپ کا خط نہیں پہنچا ہوگا۔

ایک مرتبہ مولانا نے فرمایا کہ میں نے ہندوستان کے جذبات کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہندوستان کو دو حصوں میں ہندو ہندوستان اور مسلم ہندوستان میں تقسیم کیا۔ اور اسکیم کو انگریزی میں چھپوا کر روس سے شائع کیا تھا۔ لیکن انگریزوں نے میری اسکیم کا داخلہ ہندوستان میں بند کر دیا۔ کہیں ڈاکٹر محمد اقبال کے ہاتھ اس کی کاپی آگئی تو انہوں نے حذف و ترجم کے بعد ہندوستان اور پاکستان بنا کر ایک اجلاس میں پیش کر دیا۔

مولانا عبید اللہ صاحب ایک زبردست انقلابی آدمی تھے۔ ان کا پروگرام دستور العمل، نظام خلافت

و سلطنت اسلام کے عین مطابق تھا۔ قرآن حکیم، احادیث نبوی ﷺ اور اسوہ شیخین پر تھا۔ مولانا پوری پوری امید رکھتے تھے کہ ایسا انقلاب ہو کر رہے گا۔ اگرچہ اس کے لئے کچھ عرصہ درکار ہوگا۔

مولانا عبید اللہ سندھی صاحب کا پہلا حصہ تفسیر القرآن الحمد اور سورۃ بقرہ عربی میں شائع ہو گیا۔ ”بیت الحکمت“ کراچی سے جناب مولانا ابوسعید غلام مصطفیٰ صاحب پروفیسر ایس۔ ایم کالج کراچی نے شائع فرمایا ہے اور آج ہم اس تفسیر کا ترجمہ اردو میں قارئین کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔

اسی سال ہم ماہ ذی قعدہ میں پاکستان کراچی گئے ہوئے تھے۔ مولانا ابوسعید غلام مصطفیٰ قاسمی صاحب سے ملاقات ہوئی، انہوں نے مجھے یہ تفسیر عنایت کی۔ محرم میں ہم اپنے وطن پہنچے اور اس تفسیر کا اردو میں ترجمہ شروع کر دیا اور آج شعبان ۱۳۸۳ھ میں یہ ترجمہ تیار ہو گیا۔ والحمد للہ علیٰ ذالک۔

ہم قارئین کرام سے استدعا کرتے ہیں کہ جہاں وہ مولانا عبید اللہ سندھی رحمہ اللہ کے لئے دعا فرمائیں، اس خاکسار کو بھی نہ بھولیں۔ مولانا سندھی رحمہ اللہ نے عربی میں تفسیر لکھی تو ہم نے اس کا اردو ترجمہ پیش کر دیا۔ یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ مولانا ابوسعید غلام مصطفیٰ صاحب اور مولانا محمد نور مرشد صاحب نے مولانا کی تفسیر پر جا بجا عربی میں حاشیے لکھے ہیں، ہم نے ان حواشی کا ترجمہ بھی اردو میں کر دیا ہے اور بعض جگہ ہم نے خود بھی حاشیے لکھے ہیں۔

مولانا سندھی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں جا بجا تنبیہات لکھی ہیں۔ اس میں اکثر اپنے تجربات اور خاص خاص واقعات کا ذکر کیا ہے، جو نہایت قابل قدر اور نتائج و ثمرات کی حامل ہیں۔ اس تفسیر کے مطالعہ سے مولانا سندھی رحمہ اللہ کا بحر علمی، علماء کرام اور عام مسلمانوں کو معلوم ہوگا کہ مولانا سندھی رحمہ اللہ کون تھے؟ اور کیا تھے؟ اور کیسے تھے؟ اور ملت اسلام پر اس تفسیر کو لکھ کر انہوں نے کیا احسان کیا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ۔

مولانا عبید اللہ رحمہ اللہ نے ۲۱ اگست ۱۹۴۴ء میں داعی اجل کو لبیک کہا اور جو رحمت العالمین میں جا سوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون اللہم اغفر لہ وارحمہ واعف عنہ وسکنہ فی الجنۃ آمین۔

فبشر عباد الذین یسمعون القول فیتبعون احسنہ اولئک الذین ھداهم اللہ واولئک ہم اولوالالباب۔

ابوالعلاء محمد اسماعیل گودھروی کان اللہ لہ

سعید منزل گودھرہ

۳ رمضان المبارک ۱۳۸۳ھ

ضلع پنج محل۔ صوبہ گجرات (انڈیا)

## تفسیر القاء الرحمن ترجمہ تفسیر الہام الرحمن

.....خطبہ تفسیر الہام الرحمن.....

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذى اصطفانا واورثنا كل كتاب انزله من قبلنا - الحمد لله الذى هدى البشر كافة بالقرآن الكريم الذى جعل به نبيه رحمة للعالمين وبالفقران الذى انزله على عبده ليكون به نذير العالمين. اللهم صل وسلم على سيدنا محمد وعلى آل سيدنا محمد كما صليت على سيدنا ابراهيم وعلى آل سيدنا ابراهيم انك حميد مجيد. اللهم بارك على سيدنا محمد وعلى آل سيدنا محمد كما بارك على سيدنا ابراهيم وعلى آل سيدنا ابراهيم انك حميد مجيد.

اما بعد! الله جل جلاله نے اپنا جلال و جمال خوب واضح اور روشن فرمادیا ہے اور اس کا انعام ہر خاص و عام پر پھیلا ہے۔ مجھے اس نے طلب قرآن، فہم کتاب اللہ اور قرآن کے علوم کے حصول میں اپنی زندگی وقف کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ اگر خدا ہمیں اس کی ہدایت نہ فرماتا تو ہم ہدایت نہیں پاسکتے تھے۔ الحمد للہ کہ اس نے ہمیں ہدایت بخشی۔

میں نے قرآن کریم اور تمام علوم جو متقدمین سلف نے اس بارے میں مدون و تحریر کئے ہیں، ان کا مطالعہ کیا اور اسی طرح معارف عمومی کی جن کا فہم قرآن کریم کے سلسلے میں انسانی محتاج ہے، طلب و جستجو کی اور جیسے جیسے ان کی طلب و جستجو میں میں نے اجتہاد و کوشش کی۔ میرا شوق و رغبت قرآن کریم کی طلب و جستجو میں بڑھتا ہی گیا۔

ہمارے مدارس کا یہ حال ہے کہ علوم مطلوبہ کی تحصیل تعلیم و تعلم کے ذریعے کی جاتی ہے اور کتابوں کے اندر جو کچھ لکھ دیا ہے، اُسے پڑھ لیا جاتا ہے۔ کتاب اللہ کی آیتوں کے ساتھ ساتھ ”کون کبیر“ کی آیتوں پر غور و تدبر کرنا نہیں سکھایا جاتا اور طالب علم کو معلومات مستحضر ہوں اور جس مطلوب کے لئے وہ کوشاں اور سرگرم ہے، اس کی طرف اس کا ذہن موڑنا، جس سے وہ آگے اقدام کر سکے یہ نہیں سکھایا جاتا۔ یہ طریقہ حفظ و اخذ اور مضامین کتب کے محفوظ کرنے کا ہے، یہ طریقہ نظر و بصیرت غور و تدبر اور علوم میں تعمق کا نہیں ہے۔ طلب علم میں بھی اسی راہ پر گامزن ہوا۔ اور وہی طریقہ اختیار کیا جو عام طلبہ کے حفظ و اخذ کا تھا۔

میں نے مطالعہ کا وہی طریقہ اپنایا۔ جو مشائخ مدارس کا تھا اور اس طرح کتابوں کا مطالعہ کیا، جس طرح مشائخ مدارس کیا کرتے تھے۔ میں نے تمام تفاسیر مطبوعہ و غیر مطبوعہ کا مطالعہ کرنا شروع کیا، مختلف لائبریریوں میں پہنچا، جس میں مطبوعہ و غیر مطبوعہ تفاسیر موجود تھیں، مثلاً میں نے کتاب البصائر صاحب قاسم اور نظم الدرر امام بقاعی کا جو آیات قرآنی اور اس کی سورتوں کی مناسبت سے لکھی گئی ہے، مطالعہ کیا۔ ان بے شمار تفاسیر میں میں نے مطلوبہ افادیت اور وضاحت بیان نہ پائی اور تمام کو ایک راہ پر چلتے دیکھا۔ اور یہ ہے کہ ہم کہتے ہیں اور ایسا کہتے ہیں۔ میں نے ان میں تکرار مضامین اور اختصار کے سوا کچھ نہ پایا۔ یہ لکھتے لکھتے ان مفسرین کے قلم تھک گئے، لیکن اس سے افکار اور نصیحتیں سیراب نہ ہو سکیں۔

جب میں ۱۹۳۷ء/ ۱۳۵۶ھ میں سیاحت نجد و یمن کے لئے مکہ مکرمہ پہنچا تو میں نے حرم مکہ میں امام عبید اللہ بن اسلام<sup>①</sup> کو پایا۔ اللہ تعالیٰ ان کی زندگی میں برکت عطا فرمائے۔<sup>②</sup> اور ان کے افادات میں جو اسلام کے طلبہ اور استاذان ہند اسے حاصل کر رہے ہیں، خیر و برکت عطا فرمائے۔

میں پہلے سے اس استاذ شفیق کو جانتا تھا اور مجھے بھی وہ جانتے تھے۔ میں نے دیکھا کہ وہ مکہ مکرمہ میں فارغ بیٹھے ہوئے ہیں اور ان کے پاس کوئی نہیں بیٹھتا تھا۔<sup>③</sup> شاذ و نادر ہی کوئی شخص ان کے پاس

① عربوں کے ہاں چونکہ والد کا نام لکھنا ضروری سمجھا جاتا ہے، اس لئے مولانا عبید اللہ سندھی عربی میں اپنے نام عبید اللہ بن اسلام لکھا کرتے تھے۔ گویا اشارہ تھا ان کے نو مسلم ہونے کی طرف۔  
② اس وقت مولانا سندھی زندہ تھے۔

③ میں ۱۹۳۷ء میں حج بیت کے لئے گیا۔ ہمارا قافلہ ہندوستان سے پہلا قافلہ تھا۔ ظہر کی نماز کے لئے ہم حرم میں گئے، تو جماعت سے پہلے ایک شخص آیا اور میرا نام لے کر کہا کہ اس نام کا آدمی کون ہے؟ میں نے کہا: ”میں ہوں۔“ وہ مجھے بلا کر مولانا عبید اللہ کے پاس لے گیا۔ پہلے تو انہوں نے مجھ سے بات کرنے میں تامل کیا، لیکن چونکہ میری کتاب ”ولی اللہ“ سوانح حیات شاہ ولی اللہ سے پہلے ہی پڑھ چکے تھے، اس لئے بہت بے تکلف ہو گئے اور مجھ سے بلا تکلف باتیں کرنے لگے اور مجھ سے کہا کہ: بھائی! میرے لئے حکومت نجد و حجاز نے سخت پابندیاں عائد کر رکھی ہیں۔ سیاست وغیرہ میں کسی سے بات کرنے کی ممانعت کر رکھی ہے اور اس شرط سے میں رہتا ہوں۔ الا یہ کہ آپ سے بات چیت محفوظ رہے۔ مولانا ابوالکلام سے میرا تعلق ان کو میری کتاب ”ولی اللہ“ سے ہو چکا تھا۔ انہوں نے مجھ سے کہا روس میں پہلے میرے آدمی نے مولانا ابوالکلام صاحب کو میں نے خط لکھا، انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس وقت جب میں روس میں تھا۔ وہاں میرے آدمی نے ان کے ذریعہ حکومت روس سے دو تین کروڑ روپے کا گھر لیں کو دلوادیتا، روس انگریزوں پر حملہ کرے اور کانگریس روپوں سے انگریزوں کے خلاف گوریلا جنگ شروع کر دیں وغیرہ وغیرہ۔ لیکن اب میرا تعلق روس سے ٹوٹ چکا ہے۔ وہاں میرے آدمی جاپان میں کام کر رہے ہیں اور جاپان سے دہی کرنا ہے جو روسیہ کرنا چاہتے تھے۔ اگر مولانا ابوالکلام صاحب کو یہ منظور ہو تو مجھے اطلاع کرادیں۔ میں نے کہا کہ حج سے واپسی کے بعد مولانا ابوالکلام صاحب سے بات چیت کر کے اس کا جواب میں دوں گا وغیرہ وغیرہ۔ اور جبکہ انگریز ہندوستان چھوڑ کر چلے گئے ہیں اور وہ ملک ہندوستان اور پاکستان میں بٹ گیا ہے۔ ان ہر دو ملکوں کی جو حالت ہے، وہ معلوم ہے۔ خاص کر رشوت ستانی نے ہر دو ملکوں کو بے جان کر کے رکھ دیا ہے۔ رشوت نے عدل و انصاف کے دروازے بند کر دیے ہیں اور یہ ظلم انتہائی ظلم ہے اور امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے:

الدولة نذرم مع الکفر والعدل. والعدولة لاندوم مع الاسلام مع الظلم.

”حکومت پائیدار رہتی ہے جبکہ کفر کے ساتھ عدل ہو اور وہ حکومت ناپائیدار رہتی ہے جو اسلام کے ساتھ ظلم کرتی ہو۔“

رشوت ستانی کے مہلک اثرات کسی سے مخفی نہیں ہیں۔ ولعل اللہ یحدث بعد ذالک اموا۔ (ابوالطام محمد الطلیح کوہرودی کان اللہ لہ)